

# مقالات

تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن)



رضا فاؤنڈیشن لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ  
انڈرون لوہاری دروانہ



رضا فاؤنڈیشن لاہور کے تحت فتاویٰ رضویہ (کتاب الطہارت) کا جدید ایڈیشن چار جلدوں میں شائع ہونے پر مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوئی لاہور میں ایک پر وقار تعارفی تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں ملک کے نامور اہل علم و فضل حضرات نے شمولیت فرمائی جس میں استقبالیہ کے علاوہ سات محققین نے مقالات پڑھے جن میں سے پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیاء صدر شعبہ ریاضی گورنمنٹ کالج فیصل آباد کا مقالہ "فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی و ہیئت کا استعمال" مبسوط ہونے کی بنا پر الگ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس تقریب میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض علامہ محمد صدیق ہزاروی نے انجام دئے۔ (ادارہ)

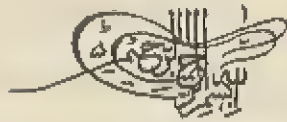


## فہرست

۳	استقبالیہ	مولانا محمد عیدالحکیم شرف قادری
۹	مقالہ	پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
۱۹	"	ڈاکٹر رشید احمد جالندھری
۲۷	"	مولانا قاضی عبدالدامم و ائم
۳۹	"	پروفیسر شتار اللہ بھٹی
۴۳	"	پروفیسر محمد اسحاق بھٹی
۴۷	"	صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی



## استقبالیہ



نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ

و اصحابہ اجمعین

آبِ صدر گرامی قدر! عہد ان گرامی و معزز سامعین و حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ فقیر آپ کو رضا فاؤنڈیشن، لاہور کے اراکین کی طرف سے فتاویٰ رضویہ کی جدید اشاعت کی تعارفی تقریب میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتا ہے۔

أَهْلًا وَسَهْلًا وَ مَرْحَبًا

حضرات گرامی! یہ حقیقت واقعہ آپ سے مخفی نہیں کہ سرزمین پاک و ہند وہ مہم ناز خطہ ہے جہاں سے ہر علم و فن کے عظیم رجال پیدا ہوئے جن پر ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں سے کشور علم و عرفان کے وہ تاجدار پیدا ہوئے جن کے فیضان سے پوری دنیا نے اکتساب نور کیا۔

ایسی ہی ناویر روزگار شخصیت، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جن کی علمی، تحقیقی اور فقہی یادگار "فتاویٰ رضویہ" کی جدید اشاعت کے تعارف کے سلسلے

میں ہم اس جگہ جمع ہوئے ہیں۔

پاک و ہند کے علمی اور دینی سرمائے میں فتاویٰ عالمگیری کے بعد فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں گرافتہ راضا فرہیں۔ فتاویٰ عالمگیری حکومت وقت کی سرپرستی میں تیار ہوا جبکہ فتاویٰ رضویہ کی تیاری میں کسی حکومت کی سرپرستی شامل نہ تھی۔ اول الذکر فتاویٰ فقہ علماء کی ایک جماعت کی محنت کا ثمر تھا جبکہ مؤخر الذکر فتاویٰ فرد و واحد کی کاوش کا نتیجہ۔ نیز عالمگیری صرف مسائل پر مشتمل ہے اور فتاویٰ رضویہ کے اکثر و بیشتر فتاویٰ دلائل و براہین کا انبار لئے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں قرآن و حدیث اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود ضرورت تھی کہ فتاویٰ رضویہ کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا جاتا، تاکہ اردو خواں طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ سابقہ ایڈیشنوں میں ایک تو سا بڑا تھا، کسی جلد کا حجم زیادہ کسی کا کم، دوسری بات یہ تھی کہ حوالے اور علمی تحقیقات عربی میں تھیں جن کے ساتھ ترجمہ نہیں تھا، نیز پیر بندی کا فقدان تھا۔ ان امور کی بنا پر قاری اُلجھن کا شکار ہو جاتا تھا۔

ایک عرصہ کی سوچ بچار کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ تاعظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نے مارچ ۱۹۸۸ء میں فیصلہ کیا کہ فتاویٰ رضویہ کی از سر نو اشاعت کا اہتمام کیا جائے اور باوجودیکہ ان کی نگرانی میں کسی شعبہ کام کر رہے ہیں، انھوں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر رضا فاؤنڈیشن کی داغ بیل ڈالی دی، اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ فتاویٰ کی چار جلدیں چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں، پانچویں جلد پریس میں ہے اور چھٹی جلد کی کتابت ہو رہی ہے۔ اب یہ بزرگان اہل سنت اور علمی تحقیقات کے قدروانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان علمی اور گرانمایہ جواہر کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ یاد رہے کہ یہ چار جلدیں کتاب الطہارۃ کے مسائل پر

مل ہیں، پانچویں جلد کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہو رہی ہے، اور امید ہے کہ فتاویٰ کی کمپن جلدوں میں مکمل ہو گا ان شاء اللہ العزیز۔ بلاشبہ مفتی صاحب کا یہ کارنامہ نیا نیا تک یاد رکھا جائے گا اور انھیں اس کا اجر ملتا رہے گا۔

چلتے چلتے یہ بھی عرض کر دوں کہ فتاویٰ کی نئی اشاعت کے سلسلے میں ضیاء الاسلام پیر محمد کرم شاہ ازہری مدظلہ اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ البعانی نے ہماری سرپرستی فرمائی، مفید مشوروں سے نوازا اور حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا، ناسازی طبیعت کے باوجود جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اس اجلاس میں تشریف فرما ہیں۔ پیر صاحب شدید علالت کی بنا پر تشریف نہیں لاسکے، ان کی نمائندگی حضرت علامہ صاحبزادہ امین الحسنات مدیر اعلیٰ ماہ سنہ ۱۴۰۱ھ ضیاء اسلام کر رہے ہیں۔

حوالوں کی تخریج کا کام مولانا انظہار اللہ ہزاروی، مولانا محمد ہزاروی، مولانا محمد ظفر اللہ نیازی انجام دیتے رہے، ان دنوں مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا سردار احمد حسن سعیدی دیدہ ریزی اور دماغ سواری کے ساتھ یہ مرحلہ طے کر رہے ہیں، عربی عبارات کا ترجمہ مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد احمد مصباحی جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)، علامہ قاضی عبدالداائم وائم (ہری پور)، مولانا مفتی محمد خاں قادری، مولانا محمد صدیق ہزاروی اور راقم الحروف نے انجام دیا۔ مولانا محمد عبدالستار سعیدی نے کتابت کی نگرانی کی اور فہرست تیار کی، محمد شریف گل خوشنویس نے بڑی دل لگی اور محنت سے کتابت کی، مولانا محمد منشا تابش قصوری اور مولانا محمد صدیق ہزاروی مفید مشورے دیتے رہے۔ اس طرح اتنے علماء کی اجتماعی کوششوں سے چار جلدیں منظر عام پر آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کا عظیم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق



عطا فرمائے۔

موجودہ ایڈیشن میں آپ چند خصوصیات ملاحظہ فرمائیں گے :

۱۔ حواشی میں ماخذ کی جلد، صفحہ اور ایڈیشن کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

۲۔ عربی عبارات کا ایک کالم میں اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

۳۔ پیر بندی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۴۔ اس امر کا اہتمام کیا گیا ہے کہ سائر درمیانہ ہو اور تمام جلدیں حجم میں تقریباً یکساں ہوں۔

۵۔ کتابت و طباعت معیاری، کاغذ بہترین اور جلد عمدہ ہو۔

اس اجلاس میں جو دانشور اور اصحاب علم مقالات پیش کریں گے وہ علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں، اس لئے ان کا تعارف کرانے کی بجائے صرف ان کے مقالات کے عنوانات پیش کر سنے پر اکتفا کروں گا،

۱۔ قاضی عبدالدام (آتم دہری پور)

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ — علم و فن کا شہ پارہ — فکرو فن کا مہ پارہ

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور

فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

۳۔ میاں نذیر اختر جسٹس ہائی کورٹ، لاہور

امام احمد رضا بریلوی کے علمی اور تحقیقی کارناموں کو فرائع عقیدت (زبانی خطاب)

۴۔ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، لاہور

ترجمہ قرآن فقہ و کلام کی روشنی میں

۵۔ پروفیسر شہناز اللہ بھٹی

ریاضیاتی علوم میں امام احمد رضا بریلوی کے کارہائے نمایاں

پروفیسر ڈاکٹر محمد صادق ضیا، فیصل آباد

فتاویٰ رضویہ میں علم ریاضی اور ہیئت کا استعمال

ساجزادہ سید خورشید احمد گیلانی، لاہور

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی — اب ڈھونڈ انھیں چراغِ رخِ زیبائے کر

پروفیسر محمد اسحق بھٹی، لاہور

علم فقہ اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی

اس تقریب کی صدارت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی

ذمار ہے ہیں اور تحقیقات رضویہ کے شخص پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور ماہنامہ

ضیائے حرم کے مدیر جناب صاحبزادہ امین الحسنات مہمان خصوصی ہیں۔ میں اراکین

رضا فاؤنڈیشن اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی کی طرف سے تمام

حاضرین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہماری درخواست پر

اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ جل مجدہ العظیم کے خاص

فضل و کرم اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے اس مرحلے تک

پہنچا ہے اور ان شاء اللہ عزیز پائے تکمیل تک بھی پہنچے گا۔ اور اس میں بھی شک

نہیں کہ یہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی بہت بڑی کرامت ہے۔

والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات کو تخریج و ترجمہ  
اور جدید انداز پر ایڈٹ کر کے شائع کرنے کا عظیم منصوبہ

# رضا فاؤنڈیشن

اس عظیم منصوبے کیلئے

عوام اور علماء و مشائخ سے عطیات چنڈہ اور قرض حسنہ  
کی

اپیل

ذیرنگرانی

جامعہ نظامیہ ضوئیہ، لاہور (۸) پاکستان (۱۲۳۵۰)

امام احمد رضا بریلوی  
پنجاب یونیورسٹی

## فتاویٰ رضویہ کی علمی قدر و قیمت

اسلام میں فتویٰ نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتمم بالشان فن بھی،  
یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اُسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ  
افتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے (قل اللہ  
مستکرم)۔ یہ بات بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتویٰ، افتاء اور مفتی کے الفاظ  
ان نبوت پر بھی جاری ہوئے، اسی طرح عہد نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے  
البدین کے عہد مبارک میں عطائے فتویٰ یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا  
منصب تھا۔ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں فتویٰ نویسی یا افتاء اور مفتی کا  
منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند تصور ہوتا رہا ہے۔ لیکن یہ سب باتیں ایک اہم  
موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم  
اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ  
تیرہ صدیوں کے دوران میں برعظیم پاکستان و ہندوستان کے علمائے کرام نے  
فتویٰ نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصب افتاء نے  
ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وہ جہاں قابلِ قدر ہے وہاں باعثِ فخر  
بھی ہے۔

برعظیم پاک و ہند ان اسلامی خطوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم  
ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے خفیہ

نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرت نبوی کی طرح علوم شریعت بھی اس خطے کے اہل علم کے نزدیک ایک مہتمم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا۔ یہاں کے علماء نے علوم فقہیہ یعنی فقہ، اصول فقہ اور فتاویٰ نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ و توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ بر عظیم پاک و ہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی و فقہی سرمایہ فخر میں امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ العطا یا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور و متداول ہیں بلاشبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

بر عظیم جنوبی ایشیا یا پاک و ہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاویٰ کا جو عظیم القدر ذخیرہ عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد و تنوع بھی ہے اور اس میں حسن و خوبی کے عناصر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاویٰ مرتب ہوئے جن میں سے بہت سے ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہو سکے۔ یہی حال ان فتاویٰ کا بھی ہے جو اردو عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بد قسمتی ہے اور افسوسناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہل دولت و ثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصہ بھی کارِ ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس ان اہل علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے

کی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کر کے مسلمان اہل دولت و ثروت کو سرمایہ پار کرنے کی تحریک بھی کر سکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست و کرم فرما مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض اجاب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں ”رضا فاؤنڈیشن“ جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں جو فتاویٰ رضویہ کی طباعت و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ یہ سیم قلب سے حضرت مولانا کو ہدیہ تحریک پیش کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے مانگو ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے، ان شاء اللہ۔

”فتاویٰ رضویہ“ کی جو مجلدات رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہوئیں اور میری نظر سے گزری ہیں ان میں صحت و حسن طباعت کے اہتمام کے ساتھ ساتھ مولانا فاضل بریلوی کے فقہی افکار و معارف کو آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ یہ کوشش یقیناً سعی مشکور کے ضمن میں آتی ہے اور ہم سب کی طرف سے تحسین و تبریک کے ساتھ ساتھ حوصلہ افزائی اور قدر دانی کی بھی مستحق ہے۔ یوں تو اس کا ذخیرہ میں حضرت مولانا ہزاروی سے تعاون کرنے والوں اور ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والوں میں بہت سے نیک نام ہیں مگر ان میں سے قیام ”رضا فاؤنڈیشن“ کے محرک مولانا احمد شاربیک، علامہ سید شجاعت علی قادری مرحوم و مغفور، حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری، مولانا نذیر احمد سعیدی اور مولانا عبدالستار سعیدی کے نام خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں۔ جہد و تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہا تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا بہت جلد مکمل طور پر منظر عام پر آجائے گا۔



میری رائے میں امام اہل سنت کی خدمت اقدس روحانی میں اس سے بہتر اور کوئی خراج عقیدت پیش نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی یہ جلیل القدر اور عظیم الفائدہ علمی کاوش افادہ عامہ و خاصہ کے لئے پیش کی جاسکے۔

فتاویٰ رضویہ کی مبلوغہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان بر عظیم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال فن، وسعت نظر، عمیق بصیرت، ظرافت طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب و روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو بر عظیم پاک و ہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار وافر کے ساتھ میسر ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فتاویٰ کے مختلف ابواب فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔ یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق و تدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول فقہی مصادر و مآخذ کا پور بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ وہ ان مختلف و متنوع مصادر کی مختصر ترین عبارت بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انہیں کمال مہارت سے یک جا کر کے یوں جوڑ دیتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ

کے لکڑے یا بچے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ انہیں متنوع و متنوع پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں انداز اور کمال اور اک و انتخاب کا مقتضی ہے وہاں قوت حافظہ اور زبان اعلیٰ ہو کر بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفسرادی یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفنن طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت و ظرافت کی یہ روش عظیم کے علمائے اسلام کا طرہ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا بریلوی اس میدان میں امامت و مہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل مینیتس (VERSITILE GENIOUS) ہے۔ اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا است نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی ارشاد نبوی العلم علیمان علم الادیان و علم الابدان کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن و حدیث سے شروع ہوتے اور عربی زبان و ادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ و کلام اور جہل و مناظرہ تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لامحدود ہے اس لئے شریعت ان مفید و نافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت و

تکلیف اس شریعت کا امتیاز ہے۔

وقت کی رفتار تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتار تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔ جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتار تغیر کا مقابلہ نہ کر سکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان و مکان کی قید سے آزاد و مبرا ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان و ہر مکان کے لئے ہے اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتار تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کر سکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں، ان میں سے ایک خدا وادعبریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام و کمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان و ہر مکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خدا وادعبریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب و ریاضت اور فلسفہ و ہدایت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل و نگ رہ جاتی ہے۔ ”فتاویٰ رضویہ“ اس دعویٰ پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں۔ ان کے تمام فتاویٰ عقلی و نقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشوونما کا سامان بھی کرتی ہے۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے۔ فقیہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے، ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت

منا خان بریلوی رحمہ اللہ اس میدان کے مرد میدان ہی نہیں شہسوار بھی ہیں، فارسی اور اردو پر انھیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان کے کلام میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت و مدح رسول کے لئے اس ”مگر“ فتاویٰ رضویہ“ میں بھی وہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان و اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں الفاظ کے معنی پہنانا اور مرکبات و کلام کو تفسیر کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ قاری میں نیگینہ جو دینے کا منظر پیش کرتے ہوئے نظر آتیں، یہ صرف اکلام شاعر اور یا کمال ادیب ہی کر سکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف ”فتاویٰ رضویہ“ کی جلد اول کے مریدی عنوانات یعنی ”خطبۃ الکتاب“ اور ”صفۃ الکتاب“ کے علاوہ مستقل میں موضوع پر لکھے جانے والے پہلے سائے ”اجلی الاعلامات الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام“ کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔ خطبہ الکتاب میں فقہ حنفی کی اہمات الکتاب کے اسماء اور فقہی مصطلحات کو بطور تلخیص و براعت استعمال کر کے جو سماں باندھا ہے وہ کچھ انہی کا کمال ہے۔ الفاظ پرانے ہیں مگر بطور تلخیص استعمال ہو کر نئے معانی کا لباس بن گئے ہیں الحمد للہ هو الفقہ الاکبر، الجامع الکبیر، لزیادات، فیضہ المیسوط، الدرر الغرور، بہ المہدایۃ، منہ البدایۃ والیہ النہایۃ (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہوا ہے جیسے چمکے ہوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت و البستہ ہے، وہی اول اور وہی آخر ہے) یہ تو وہ نئے معنی ہیں جو ان پرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہوئے ہیں مگر ان کے پرانے معانی فقہ حنفی کی اہمات الکتاب کے نام ہیں۔



فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جامع کبیر، زیادات، فیض مبسوط، دُررُ غرر، ہدایہ اور ہدایہ نہایت سب کتب فقہ ہیں مگر زبان عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پر ان الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت و عبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہید کتاب میں صفحہ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قرآنی الفاظ و تراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی خانی العربیہ اور ماہر کلام ربانی کا پتا دیتا ہے۔ رسالہ اہل الاعلام میں بھی یہی رنگ کمال نظر آتا ہے۔ یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیب نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جہت تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں فقہیہ تحکک ضمن میں اس جہت تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دُپٹی میں اضافہ کر دیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقت نظر و باریک بینی، بجا ہست قول و حاضر جوابی، منطقی و موثر طریقہ استدلال اور حسن استنباط و استنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو میں نے محسوس کی ہے۔ یوں تو بزرگ عظیم پاک و ہند کے نامور عربی دانوں اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کے علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی نا آشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہل علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حد تک گنہگار چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ بزرگ عظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا ان میں سے ایک کا تعلق سرزمین پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطہ یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرہ روزگار ہستی اور بمیشال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی تھے جو مشہور عرب شاعر ابو القاسم انشائی اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ

کئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ تو انھیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گناہی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم بقری اور عالم دین کو کما حقہ متعارف کرانے کا شرف اللہ نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہو رہے ہیں۔

خطہ علم و ثقافت یوپی سے اٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں۔ بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں:

پہلا سبب تو خود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کر سکے۔ اَلَا مَاشَاءَ اللہ! دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو بزرگ عظیم میں اہل علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعترافِ فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہو سکتے ہیں۔ معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردہ خفا میں رکھنے اور ان پر خفاک ڈالنے

کی کوشش بھی ہو سکتی ہے۔

بہر حال یہ بات باعثِ اطمینان ہونی چاہیے کہ اب بر عظیم پاک و ہند  
میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آچکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے  
تعارف کے ضمن میں تلافیِ مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

ڈاکٹر رشید احمد بٹ

ڈائریکٹر ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور

ترجمہ قرآن، فتاویٰ رضویہ

اور

مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

وہی زبان کے ان اصطلاحی الفاظ کو جسے علم کلام کے ذریعہ وجود میں آئے ترجمہ میں  
جگہ نہیں ملتی چاہئے۔

۱) سائنسی اور فلکیاتی مسائل ترجمہ پر اثر انداز نہیں ہوں گے، ترجمہ عربی زبان کے  
قواعد و ضوابط کی روشنی میں سرسختیام دیا جائے گا۔

۲) اس امر کی کوشش کی جائے کہ قارئین ترجمہ کے ذریعہ قرآن مجید کی روح سے  
آشنا ہوں۔ معجزات کی تشریح ان کے سیاق و سباق کی روشنی میں کی جائے۔

۳) ہر جہد ایک مدت تک ان سفارشات کی روشنی میں ترجمہ نہیں کیا جاسکا، اس  
سبب یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ترجمہ قرآن کے بارے میں پُرانی بحث ختم ہوگئی۔ شیخ مراغی اور  
ان شلوت مرحوم نے ترجمہ کی ضرورت پر مضامین لکھے، انھوں نے ترجمہ کے جواز پر  
منفی نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا۔

چنانچہ انفرادی طور پر پوری دنیا نے اسلام میں قرآن مجید کے تراجم دوسری  
زبانوں میں کئے گئے، اس سلسلے میں اردو زبان میں بھی تراجم ہوئے۔

اردو زبان میں جن اہل علم نے ترجمے کئے آدمی ان کی نیکی، اخلاص اور محنت  
کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان تراجم کی اکثریت ایسی ہے  
جو قرآن مجید کے بے مثال ادبی و معنوی حسن کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس کی ایک  
وجہ یہ ہے کہ ان خداتر اہل علم کو اردو زبان کے ادبی سرمایہ پر عبور حاصل نہیں تھا،  
نیز یہ کہ ہر زبان کا اپنا اسلوب بیان ہے جس کا ترجمہ میں ملحوظ خاطر رہنا ضروری ہے مثلاً  
کہا جاتا ہے 'HE WENT' لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں  
شخصیت کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے جمع کے ساتھ کیا جائے گا، مثلاً وہ  
تشریف لے گئے۔ اگر کسی بڑی علمی و مذہبی، خاص طور پر پیغمبر کی ذات گرامی کے ذکر  
میں عربی یا انگریزی سے ترجمہ مفروضہ ہی میں کیا جائے، تو وہ ذوق سلیم پر گراں گزرے گا۔

قرآن مجید اپنی صحت کے اعتبار سے ایک منفرد مقدس کتاب ہے۔ اس  
حقیقت کو ان لوگوں نے بھی تسلیم کیا ہے جو اسے آسمانی کتاب نہیں مانتے۔ لیکن  
یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقدس کتابوں میں سے قرآن مجید شاید واحد کتاب ہے جس  
کے پیغام کی دنیا میں غلط تعبیر و تشریح کی گئی ہے۔ اس افسوسناک امر کی ذمہ داری  
ایک حد تک مسلمانوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ مثلاً ماضی قریب تک وہ انگریزی زبان  
میں ایک مستند ترجمہ و تفسیر پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اس ناکامی کی ایک بھر  
یہ ہے کہ مترجم حضرات نے اپنے ترجمہ کے لئے چند عربی کتابوں اور عربی قواعد کا  
سہارا لیا، اور قرآن فہمی اور ترجمہ کے لئے جو بنیادی شرائط و کاربھیں وہ ان سے بڑی  
حد تک بیگانہ تھے۔

چنانچہ قرآن کے اس ملکوتی نغمہ کا ادبی حسن و جمال جس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کے پہلے سامعین کو مسحور کر دیا تھا، ترجمہ میں باقی نہ رہ سکا۔ لیکن وقت کے  
ساتھ ساتھ اہل علم کی کوششیں بار آور ہونے لگیں۔ اردو، انگریزی اور جرمن  
زبان میں کامیاب ترجمے اور تشریحی نوٹس لکھے گئے۔ ادھر کئی سال پہلے جب غیر ملکی  
زبانوں میں ترجمہ و تشریح کا سوال اٹھا تھا تو جامعہ ازہر نے اس سلسلے میں ایک  
کمٹی کی تشکیل کی تھی جس نے طے کیا تھا کہ ترجمہ میں مندرجہ ذیل امور کا ملحوظ خاطر  
رہنا ضروری ہے :



چنانچہ ترجمہ و تشریح میں ادب کا ملحوظ رکھنا از بس ضروری ہے۔

رسالہ کشمیریہ کے معروف عالم ابوالقاسم عبدالکرم کشمیری نے جو علمائے ائمہ میں سے تھے، لکھا ہے کہ شیخ ابوالعلی دقاق فرماتے تھے کہ قرآن نے حضرت ایوب کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے،

وایوب اذا نادى ربہ اذنی مستخی الضمیر وانت ارحم الراحمین۔

(انبیاء: ۸۳)

یہاں حضرت ایوب نے اس حتمی (مجھ پر رحم کیجئے) نہیں کہا اس لئے کہ وہ آداب سے آگاہ تھے۔

سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، آپ خدائی سوال کے جواب میں عرض کریں گے،

ان تعذبہم فانہم عبادک۔

آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے مزید عرض کیا،

ان کنت قلتہ فقد علمتہ۔

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت باری تعالیٰ کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نفی میں جواب نہیں دیا یعنی ”نہ اقل“ نہیں کہا (سورہ مائدہ ۱۱۶)۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بعض عارفین نے قرآن مجید کی آیت کریمہ ”لا یمسہ الا اللہ مطہرون“ کا معنی یہ کیا ہے کہ قرآن کے معانی کا نزول پاکیزہ دلوں ہی پر ہوتا ہے۔

گزشتہ دنوں جب مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے ازہر کرم مجھے مولانا احمد رضا خان مرحوم کے ترجمہ قرآن کا تحفہ دیا تو خاکسار نے اس ترجمہ کو مقدمہ و بھر غور سے پڑھا۔ اس ترجمہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے ترجمہ میں قرآن مجید اور حاملِ سترہ آن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام بلند کے آداب کو نگاہ میں رکھا ہے۔

ان صرف دو مثالوں پر اکتفا کر دیں گے،

سورۃ النبی میں آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشادِ خداوندی

ووجدک ضالاً فہدای۔ مولانا اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں،

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔“

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہیں معلوم ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے ان کے دامن وقار و کمالت پر قبائلی رسم و رواج یا اہل مکہ کی بت پرستی و گمراہی دینی داغ نہیں ہے اس لئے آیت کریمہ میں لفظ ”ضالاً“ کا ترجمہ وہی زیادہ مناسب ہے جو مولانا نے کیا ہے۔

ایسے ہی ایک دوسری سورۃ النجم میں آیا ہے، ”والنجم اذا ہوی“ ان پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ اس آیت کریمہ نے بعد ماضی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے جو اس ترجمہ کے حق میں ہے۔ تبار میں سے معروف صوفی سہل التستری نے بھی ”والنجم اذا ہوی“ سے مراد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی لی ہے۔

معزز حضرات! منتخب التواریخ میں عبدالقادر بدایونی نے شیخ علائی کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے عالم تھے، لیکن جب شیخ نیازی سے ملاقات ہوئی تو ان پر قرآن فہمی کا ایک نیا دروازہ کھلا، بدایونی لکھتے ہیں،

”معانی قرآن و نکات و دقائق و حقائق آن باسانی بروکشوف گشت“

نلابد بدایونی کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد، تذکرہ میں لکھتے ہیں،

”اور یہ بالکل سچ ہے۔ اب تک قرآن جس قدر پڑھتے پڑھاتے رہے تھے، بیضاوی و لغوی کی ورق گردانی تھی اور محض لغائی سے قرآن کی حقیقت کب کھل سکتی ہے، اس کے لئے تو جبریل عیش کے فیضان

اور دل دردمند کے الہام کی ضرورت ہے۔  
مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ قرآن میں اسی ”دل دردمند“  
کی آواز سنائی دیتی ہے۔

### فتاویٰ رضویہ

حضرات! اس تقریب کا بنیادی مقصد معزز حاضرین کو مرحوم مولانا احمد رضا خان  
صاحب کے ”فتاویٰ رضویہ“ کی غیر معمولی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ دینِ قیم کے اسرار و حکم اور دقائق و حقائق انہی  
قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجلہ و مصنف ہیں اور حسنِ مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ  
یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں  
کہ دین، دنیا میں مخلوقِ خدا کی بھلائی اور بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات  
میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے  
کے احوال و ظروف سے آگاہ نہیں وہ ”عالم“ کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم  
نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم و رواج اور عرف و عادات کو نگاہ میں رکھا  
ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد  
کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں بنیادی  
نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضا و مخلوق پر  
مقدم رکھے، اور فتنہ و فساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کے لئے  
غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (طبع جدید)  
میں فرماتے ہیں:

”پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبہ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و

ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق  
پروا نہ کرے، اور اتیانِ مستحب و ترک غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات  
قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت، ایذا اور وحشت کا باعث ہونے  
سے بچے۔“

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعتِ مطہرہ کی روح اور  
حکمت و علت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے  
ہیں، وہ بعض اوقات اُمت میں اختلاف و تشکیک کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو  
مشقت و تنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد  
اوجھل نہ ہوتا تو ان کا زہد خشک لوگوں کو غیر اولیٰ اور لایعنی باتوں میں الجھنے نہ دیتا۔ اسی  
نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہرہ سے  
ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنے ترف و تنزیہ کئے  
خلاف و جدالی نہ کرے کہ یہ سب امور ایستاد و والست کے معارض  
اور مراد و محبوب شارع کے منقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار  
کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوہِ سلامت و جادہ کرامت ہے  
جس سے بہت (ستہ) زایدان خشک اور اہل تکشف جاہل تغافل  
ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع  
معزز حکمت و مقصود شریعت سے دُور پڑتے ہیں۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (جدید) ص ۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاویٰ سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن  
تنگی وقت کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں

جو عبور و رسوخ حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و سنت سے ان کی گہری شنیدگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاویٰ کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفہ دین اور روح عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل کو حل کریں اور انہیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔

مولانا قاضی عبداللہ قائم و دائم  
ایڈیٹر راہ نامہ جام عرفان  
خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

## فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

- علم و فضل کا شہ پارہ — فکر و فن کا مہ پارہ —
- فصاحت و بلاغت اور برامت و سہلا ل کا دمکتا ہوا شہکار
- کتب فقہ اور ائمہ کرام کے ناموں کا مہکتا ہوا گلزار

سلسلہ و کثر و تسنیم کی موج رواں  
کیف آگئیں، جاں فزا تحریر شاہ احمد رضا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي  
وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَى  
وَالْأُولَى وَالْأَصْحَابِ هُمْ  
فَإِنَّ الْعَظِيمِ تَوَسَّلِي  
بِحَوْلِهِ الْغُلَامِ  
بِحَوْلِهِ الْغُلَامِ  
بِحَوْلِهِ الْغُلَامِ  
بِحَوْلِهِ الْغُلَامِ  
(امام احمد رضا)

ارشاد ربانی ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ  
یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمانِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے  
یوں زمرہ سرسراہوتے ہیں:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سمت آگئے ہو سکتے بٹھا دیئے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں "سخن" سے مراد منظوم کلام ہے؛ لیکن  
درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوبت سخن میں مسلم ہے۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔  
مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے

مختص نہیں ہے؛ بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں سے جس زبان کو درپیش آئے  
بنانا چاہیں، اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حافظے میں مستحضر ہو جاتے  
ہیں اور ان میں سے آپ جس لفظ کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں اس کو  
آپنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ خوش گفتاری کا حق  
ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

مستحق الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم  
منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے؛  
تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز "فتاویٰ رضویہ" کا عربی خطبہ ہے جو  
بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن  
تعلیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پار  
کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبہ کے جملہ لوازمات و مناسبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی  
حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام۔ یہ تمام چیزیں کتب فقہ  
اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں۔ یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماء گرامی  
کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچے چٹک اٹھیں اور کہیں نعت  
کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام  
کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ مختصاتِ بدیعہ، از قسم براعتِ استہلال و  
رعایتِ سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے  
باوجود خطبہ کی سلاست و روانی میں ذرا بھر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی  
بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ ترکیب کی جبرستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ  
اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیاءِ باریہ کی تمام خوبیاں  
گنتائی جائیں؛ تاہم چند دلآویز جھلکیاں خوش ذوق قارئین و سامعین کی نذر میں  
حاضر کر قبول افتدز ہے عزہ و شرف

### حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا  
نام "الفقہ الاکبر" ہے۔ اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، بسوط، دُرَر،  
مغز بھی بلند پایہ فقہی تصنیفات ہیں۔ امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا،  
کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے  
یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں، فرماتے ہیں،

الْحَمْدُ لِلَّهِ هُوَ الْفَقْهُ الْأَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيرُ لِزِيَادَاتِ  
فَيْضِهِ الْمَبْسُوطِ الدُّرَرِ الْقَرَرِ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ  
کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے  
شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ! کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضانِ الہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں  
کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات  
اس قدر منزہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا کیا عالم ہوگا!  
پھر صاحبِ فیض جل و علا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی  
فہم و اوراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔

بقول شیخ سعدی: ۵

اے بزرگِ خیال و قیاس و گمانِ دوم  
وزیرِ چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم  
دفترِ تمام گشت و بیابان رسید عمر  
ماہِ بچان در اول وصفِ تو ماندہ ایم  
جزاک اللہ، اے امام احمد رضا! کیا نبیلی اور انوکھی حمد بیان کی ہے  
آپ نے، اللہ رب العالمین کی!

لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ  
امام احمد رضا درحقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے، نہ انتہا۔  
یعنی: ص

حمدِ مجیدِ مر خدائے پاک را

لیکن محض "حمد بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا  
کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیضِ بسوط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ  
اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیر متناہی فیض کی زیادات، غیر متناہی در  
غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی  
در غیر متناہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں۔  
الجامع للزیادات فیضہ.....

کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد بے حد" یا "بے انتہاء  
تعریف" میں اس مبالغے کا عشرِ عشر بھی نہیں پایا جاتا۔

صلوٰۃ و سلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان

بارگاہِ رسالت میں صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے  
تو ائمہ فقہ کے ناموں اور معروف انقباب کو اس طرح ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سرورِ عالم

کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسماء کُتب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں۔ البتہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے۔ یعنی سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی وضاحت کر دی ہے اور یوں اہل سنت کی ترجائی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے، بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ کی تمیک سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں: ۱۔

ان کو تمیک یک الملک سے

مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروزِ مشرعاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے۔

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے

آپ روتے جائیں گے، ہم کو فساتے جائیں گے

اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسماء و القاب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرماتی ہے۔ لکھتے ہیں:

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ بِرُتْسُلِ الْكَرَامِ  
مَا يَكُنِي وَشَافِعِي أَحْمَدًا الْكَرَامِ - (اور صلوٰۃ و سلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہے، بہت ہی عزت والے ہیں)

امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد — ائمہ مذاہب اربعہ کے

معروف القاب و اسماء مذکور ہیں، انہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے۔

تھوڑا آگے بڑھئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجائی کا اندازہ دیکھئے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبداء ہیں، ۱۔

تو اصل وجود آمدی از نخست

وگر ہر چہ موجود شد فرع تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے: ۱۔

اصل ہر بود و بہبود، تحسین وجود

قاہم کنیز نعمت پر لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی امام محمد، امام حسن ابن زیاد اور امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح یکجا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا، آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ حسن یوسف پر تو حسن مصطفیٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرعِ مصطفیٰ اور ابنِ مصطفیٰ ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ فرماتے ہیں: ۱۔

يَقُولُ الْحُسَيْنُ بِلَا تَوْقِفٍ

مُحَمَّدُ الْحَسَنُ أَبُو يُوسُفَ

آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود حسن بغیر کسی توقف کے پکار اٹھتا ہے کہ حسن و محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت یوسف علیہ السلام کے 'اب' اور اصل ہیں۔



ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی اصل ٹھہرے تو ظاہری وجود میں جو آپ کے جدِ امجد ہیں، یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام، وہ بھی حقیقت کے اعتبار سے آپ کے پسر قرار پاتے ہیں۔  
حدائقِ بخشش میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا،

ان کی نبوت، ان کی البت ہے سب کو عام  
اُمّ البشر عروسِ انہی کے پسر کی ہے  
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل

اس گل کی یاد میں یہ صدا ابوالبشر کی ہے  
اور یوسف علیہ السلام کے شہن پر ہی کیا منحصر — اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہِ مصطفوی کا فیضان و عطا ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں،

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ  
عُذْرًا مِنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِنَ السَّيْلِ  
(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بحرِ کرم سے ایک چلو کے، یا آپ کی بارانِ رحمت سے ایک پھینٹنے کے طلبگار ہیں)

اور امام احمد رضا یوں نغمہ سرا ہوتے ہیں،

لا ورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا  
بٹتی ہے کوئین میں نعمت رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو فتاویٰ رضویہ کے خطبے میں تلخ کے انداز میں بیان کیا ہے،  
الْبَحْرُ الرَّائِقُ : مِنْهُ يَسْتَمِدُّ كُلُّ فَهْرٍ قَائِمٍ -

”البحر الرائق“ اور ”النهر العائِق“ ”کنز الدقائق“ کی دو شریحیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت

نے ”منہ یستدکل“ کا اضافہ کر کے کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل و کمال کے بحرِ فخر ہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہی پانی بہتا ہے جو بجاپ بن کر سمندر سے اُٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

### منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابویوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو ”شیخین“ کہتے ہیں اور اگر قاضی ابویوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو ”صاحبین“ کہا جاتا ہے۔ اور اگر امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو ”طرفین“ کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمالی دیکھئے کہ انہوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیقی اکبر اور فاروقی اعظم پر منطبق کر دیا اور فرمایا،

لَا سِيَمَاءَ الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ : إِلَّا اخْتِذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ لِعَلَّهٖ وَ الْحَقِيقَةُ بِكَلَا النَّصَّافَيْنِ (خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ دو بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں،

غرضیکہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ صر

نہ بخشش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا — باقی خصوصیات کو چھوڑیے، صرف ایک خصوصیت

پر نظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دعوے کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اور وہ حیرت فرما  
خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نو تیسے کتابوں اور اماموں کے نام  
مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور  
بلاغت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے تک ہی  
محدود نہیں، بلکہ پورا فتاویٰ تحفہ کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔  
اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سیسہ پڑے صفحات درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی  
کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی  
سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور  
باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں، یہ نام اس قدر موزوں، مناسب اور واقع کے مطابق  
ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام  
میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں،

- ۱۔ ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔
  - ۲۔ ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا  
ہے، یعنی سجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔
  - ۳۔ ہر نام اسم بامسمیٰ ہوتا ہے۔ یعنی نام ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ اس رسالے  
کا موضوع کیا ہے۔
  - ۴۔ ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے  
اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ  
لکھا گیا۔
- مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام انتہائی اہم کتاب سے چھپنے والی

ادبی رضیہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں۔ ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام  
میں خدمت ہیں،

- (ا) اگر امام ابو حنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہوگا  
تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ — امام صاحب کے؟  
— صاحبین و دیگر فقہاء کے؟ — یا بعض معاملات میں امام صاحب  
کے قول پر اور بعض میں صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ — اس مسئلے کی  
توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی  
تحقیق واضح ہو جاتی ہے،

- اجلی الاعلام، ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام  
واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے  
(ب) کون سی نیند ناقض وضو ہے اور کونسی نہیں — اس کی تفصیلات سے قوم کو  
آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے،

نبہ القوم، ان الوضوء من ای فوم  
قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضو ہے

- (ج) حالت جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ — اگر جائز ہے تو کن کن  
صورتوں میں؟ — ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے،  
ارتقاع الحجب، عن وجوہ قراۃ الجنب  
پردوں کا اٹھ جانا، ان تمام صورتوں سے جو جنبی کی قرأت سے متعلق ہیں

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے  
پہلی تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں، البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا،  
استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ ہر نام

تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔

نبہ القوم ن، ب، ۱۰، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰

۲۳۴ = ۲۰ + ۶ + ۱۰۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۲ + ۵۰

ان الوضوء من ای قوم ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

۱۳۲۵

۱۳۲۵۔ اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہی کسی تاریخ ہے۔

امام احمد رضا کے سوا ایسے عمدہ، اعلیٰ، دلنشین اور فکر و فن کے شہکار نام کون رکھ سکتا ہے! تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام بتا دیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں!

بلاشبہ امام احمد رضا متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں، یہ

مضت الدہور وما اتین بمثلہ

ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ

و ذریاتہ اجمعین

مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شیح بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام  
اُن کے مولیٰ کے ان پر کروں درود  
اُن کے اصحابِ عترت پہ لاکھوں سلام  
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف  
چار بارخِ امامت پہ لاکھوں سلام  
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب  
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

امین یا رب العالمین

پروفیسر ثناء اللہ بھٹی

سابق چیئرمین شعبہ ریاضی پنجاب یونیورسٹی

ریاضیاتی علوم میں

امام احمد رضا خاں بریلوی کے کارنامے نمایاں

(عنوان بالا پر لکھے جانے والے مقالہ کی تلخیص)



امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع العلوم، یگانہ اور عبقری ہستی تھے۔ آپ نے نہ صرف علوم دینیہ میں بے محابا محققانہ اور مجتہدانہ کام کیا بلکہ علوم عقلیہ میں بھی اپنے ہم عصر علماء سے کہیں زیادہ تصانیف و تالیفات تحریر کر ڈالیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایک ایسے عالم دین نے، جسے کالج یا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا، ریاضی کی کئی شاخوں میں مثلاً ہندسہ، علم مثلث کروی، علم ہیئت (علم فلکیات) میں برصغیر کے تمام پیشہ ور ریاضی دانوں سے کہیں زیادہ کام کر دکھایا۔

آپ کو کسی ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حساب میں ضرب، تقسیم اور قوت و جذر کے عوامل کو اگر حکم کی مدد سے بہت آسان ہو جاتے ہیں، سو آپ نے انگریزی کی ایک اچھی سی لوگر حکم کی کتاب کا اردو میں ترجمہ کرایا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو اس طریقہ میں مہارت تامہ حاصل ہو گئی۔ سو آپ نے اسی طریقہ کو دینی مسائل کے حل میں جہاں دقیق حسابی عمل کی ضرورت پڑتی ہے، جایکا استعمال کیا ہے۔

آپ نے یہ بھی محسوس کیا کہ بعض دینی مسائل میں مثلث کروی اور علم فلکیات کی ضرورت پڑتی ہے، سو آپ نے ان علوم کی طرف ایسی توجہ دی کہ آپ ان میں بہت سا تحقیقی کام کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

بعض جزئیات میں آپ سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس سے

آپ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آج تک کوئی ریاضی دان یا سائنس دان ایسا نہیں ہوا جس کے کام میں بعد کے ماہرین نے ترمیم و اصلاح نہ کی ہو۔ علوم عقلیہ میں تو اختلاف ہی سے ترقی و وسعت ہوتی ہے۔ خود امام صاحبؒ نے کئی عقلی اور نقلی مسائل میں علمائے سلف سے اختلاف کیا ہے۔

علمائے دین کو چاہئے کہ آپ کے علوم کو سیکھیں، ان پر عمل کریں اور انہیں عامۃ المسلمین تک پہنچائیں تاکہ بعض حلقوں میں جو آپ کے خلاف الرجی موجود ہے وہ دور ہو۔

فقیر کے خیال میں آپ کے علمی کام سے بھی زیادہ اہم آپ کا محققانہ اور مجتہدانہ انداز بیان ہے۔ دور جدید کے علماء کو چاہئے کہ وہ بھی بقول علامہ اقبالؒ:

سہ زمانے بار سطا آشنا باشش      دے با ساز بنیں ہم نوا بشش  
لیکن از مقام شاں گزر کن      مشو گم اندریں منزل سفر کن

(جس پر امام صاحبؒ نے پورا پورا عمل کیا)

اندھی تقلید کی بجائے محققانہ انداز اپنائیں اور علوم نقلیہ کے حصول کی بھی مساعی کریں۔

ریاضیاتی علوم میں امام صاحبؒ کے کام کا تنقیدی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ یہ کام کوئی شخص واحد نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کا بیشتر کام فارسی اور عربی میں ہے اور جو علماء فارسی اور عربی میں مہارت رکھتے ہیں وہ اکثر ریاضی سے نا بلد ہیں اور جو حضرات ریاضی جانتے ہیں انہیں فارسی اور عربی زبانوں میں مہارت حاصل نہیں۔ سو ضروری ہے کہ اس کام کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جس میں دونوں طسرح کے علماء شامل ہوں اور وہ مل جل کر کام کریں۔

ایسے بورڈ کی تشکیل اول تو حکومت اور یونیورسٹیوں کو کرنی چاہئے۔  
 اگر وہ نہ کر پائیں تو قوم کے مختار حضرات کو اس طرف توجہ دینا چاہئے۔  
 آخر میں دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کو امام صاحب کے نقش قدم پر  
 چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر محمد اسحاق بھٹی

ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

سابق ایڈیٹر "الاعتصام" و مصنف فقہائے ہند

فتاویٰ رضویہ ایک عظیم الشان فقہی ذخیرہ

فتویٰ نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جو زندگی کے آخری لمحات تک ان کی دلچسپی کا مرکز رہا، مختلف ممالک و اطراف سے سیکڑوں استفتا آتے جن کا جواب نہایت ہی تحقیق سے لکھتے اور فتویٰ کو مدلل فرماتے ہوئے کتب فقہ کی عبارتوں کی عبارتیں بلا تکلف لکھتے چلے جاتے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ماخذ کتب انھیں از بر تھیں، اگرچہ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد تھے لیکن دیگر تمام ائمہ فقہ کے افکار و نظریات سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے۔ ان کے مطالعہ کی حدود بہت وسیع تھیں جس کی وجہ سے وہ نہایت ہی آسانی سے مسئلہ کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔

فتاویٰ کی صورت میں ان کی فقہی مساعی ”فتاویٰ رضویہ“ کے نام سے بارہ ضخیم جلدوں پر محیط ہیں۔ یہ ضخیم جلدیں جہاں ہزاروں مسائل کی تحقیقات پر مشتمل ہیں وہاں وہ سیکڑوں علوم کو بھی اپنے دامن صفحات میں لئے ہوئے ہیں۔

اردو خواں حضرات کے لئے اس فقہی اور علمی ذخیرے سے استفادہ کو آسان بنانے کے لئے عربی عبارات کا ترجمہ اور حوالہ جات کی تخریج اور جدید انداز سے پیرابندی ضروری تھی۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ اہم خدمت رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے تحت سرانجام دی جا رہی ہے جس کا اہتمام و انصرام جناب مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی فرما رہے ہیں۔ تخریج و ترجمہ کا یہ کام کتاب الطہارت تک چار جلدوں میں اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔ یہ چاروں جلدیں نہایت خوب صورت ہیں، جن کی کتابت، طباعت، کاغذ اور جلد اعلیٰ و معیاری ہے۔ خدا کرے یہ عظیم کام مکمل ہو سکے اور شائقین علم کے مطالعہ میں آسکے۔ آمین!

برصغیر پاکستان و ہندوستان کی سرزمین علم و فضل کے اعتبار سے بڑی سرسبز و زرخیز ہے۔ ہر دور میں یہاں بے شمار ارباب فضل و اصحاب کمال پیدا ہوئے، انھوں نے بے پناہ علمی خدمات سرانجام دیں۔ قرآن مجید کی تفاسیر، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح سپرد قلم کیں اور فقہی مسائل پر مختلف انداز میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چودھویں صدی ہجری میں جو حضرات بہت نمایاں ہو کر برصغیر کے میدان علم میں اترے ان میں مولانا احمد رضا بریلوی کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ ہر شعبہ علم اور ہر گوشہ تحقیق میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔

مولانا مذکور کثیر التصانیف عالم دین تھے اور ان کے معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا جس کی وضاحت متعدد حضرات نے اپنے مقالات و مضامین میں کی ہے، بلکہ بعض اصحاب تحقیق ان کی علمی خصوصیات پر کام کر رہے ہیں اور بعض حضرات نے اس سلسلہ میں مستقل کتب تصنیف کی ہیں جن میں مولانا کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے بلکہ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ملک دبیرون ملک اہم علمی مراکز میں مولانا پر کام ہو رہا ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا تھا ان میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ علم فقہ سے متعلق انتہائی گہری اور دقیق نظر رکھتے تھے۔ اس فن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو درک و لطافت کی نعمت فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ انھوں نے چھوٹی عمر ہی میں



تحقیقاتِ تارہ پرستل چودہویں صدی کا عظیم نشان  
فہمی انسانی کا کو پسیدیا

# فتاویٰ رضویہ

صاحبزادہ سید نورشید احمد گیلانی، لاہور

بجملہ تعالیٰ رضا فاؤنڈیشن جامعہ لطایفہ رضویہ لاہور نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فتاویٰ کی  
پہلی پانچ جلدوں میں حاضر کے تعاون کے مطابق نہایت آہستہ آہستہ کے ساتھ شائع کر دی ہیں  
جب کہ چھٹی جلد زیر طبع اور بقیہ پر کام جاری ہے

جدید ایڈیشن کی خصوصیات

- عربی عبارات کے مقابل سلیس اردو ترجمہ
  - حوالہ جات کی بقیہ جلد و صفحہ و ناشر، تحریر
  - ابتدائیں مقدمہ اور ایک مقالہ امام احمد رضا مزج العلماء اور آخر میں ماخذ کا اضافہ ہے
  - آفیسٹ کتابت، اعلیٰ کاغذ، بہترین طباعت اور خوبصورت ڈاٹائی دار جلد
- ہدیہ مکمل پانچ جلد - ۱۱۰۰/- روپے

رضا فاؤنڈیشن جامعہ لطایفہ رضویہ

اندرن لوہاری دروازہ، لاہور، پاکستان فون: ۲۴۲۱۱۲

الحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ

صاحب ڈھونڈا انھیں چسپراخ رُخ زیبائے کر

ایک آدمی اگر کوہ ہمالہ کی چوٹی پر کھڑا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی، خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لئے کوہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا، اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رانی کے دانے کے برابر سمجھے گا۔

کچھ اسی طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، فقید، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم و فنون کے کوہ ہمالہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے ہونا اور ٹھٹھکانا کیوں نہ نظر آ رہا ہو مگر جب وہ حضرت فاضل بریلوی جیسے علم و فضل اور تحقیق و تصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور، وہ خود اپنے آپ کو بہت کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی ہے اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں، نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے اور نہ

قلم کی رکاب پاؤں میں، یک رخ آدمی جلا کہاں تک ہمدست شخصیت کو اپنے فکر و خیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے!

در اصل فاضل بریلوی کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیارنگ نظر پڑتا ہے، کسی سمت سے سنہری، کسی جانب سے نیلا، کسی طرف سے سرخ، کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو بھی آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل و نگاہ کی جاذبتیت کا سامان لئے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آجاتا ہے۔

کوئی تصویر نہ ابھری تیری تصویر کے بعد  
ذہن خالی ہی رہا کاسہ سائل کی طرح

تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، کلام، بیان، معانی، فلسفہ، منطق، مناظرہ، عقائد، ان میں سے ایک ایک شعبہ علم انسان سے پوری زندگی صرف کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن فاضل بریلوی کے ہاں تو ان روایتی اور قدیم علوم کے ساتھ ساتھ عقلی اور جدید علوم کا ذخیرہ نظر آتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ایک بار اس ذخیرے میں قدم رکھے تو وہ زندگی بھر واپسی کا راستہ بھول جائے۔

علم الیکمیا سے علم الادویہ اور شہادیات سے ارضیات اور جغرافیہ سے معاشیات تک ایک طویل اور وسیع سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی فاضل بریلوی نے اپنے ہاتھ سے سلجھائی اور سنواری ہے۔

ہم نے آج کے دور میں ایسے کئی نامور اہل دانش و صاحب علم دیکھے ہیں جنہوں نے چشمہ علم و دانش سے مشکل دو گھونٹ بھرے اور انھیں اُبکائیاں

شروع ہو گئیں، جی متلانی لگا اور پیٹ میں قراقرٹ اٹھنے لگے۔ کوئی نجد کے خط  
میں مبتلا ہو گیا، کسی نے اعتزال کی راہ اپنائی، کچھ نے دین کی نئے سرے سے  
تہذیب و تشکیل کا فریضہ سنبھال لیا، بعض اسلاف کے پورے اثاثہ فتنہ کو  
تیلی دکھانے پر تزل گئے، کئی ایسے بھی ہوئے کہ ہلدی کی گانٹھ لے کر ہنسا رہن بیٹھے،  
اور وہ بھی ہیں جنہیں اپنی مٹی پر چلنے کا سلیقہ نہ آیا اور سنگ مرمر پر چلنے لگے جس  
کے نتیجے میں قدم قدم پر پھسلنے لگے۔ مگر فاضل بریلوی پورا میخانہ علم و دانش  
نوش جان کے لئے بھر کو نہیں کھڑکھڑائے اور اپنی جڑوں پر بے رہے  
دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی  
اک اہل عشق ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

علم کے دعویدار تو بے شمار نظر آتے ہیں مگر ناموس علم کے پاسداری بہت کم  
ہوتے ہیں، علم نکلنے والے لوگوں کی فہرست تو بہت طویل ہے مگر اسے ہضم کرنے  
والے بہت قلیل ہیں، اپنے علم کو بزم ناز کی زینت بنانے والے کسی دور میں  
کم نہیں رہے مگر اپنے سرمایہ علم کو بارگاہ نیاز میں لٹانے والے ڈھونڈے سے غافل  
ہوتے ہیں، محض علم چاٹنا اور بات ہے لیکن فیض عشق بانٹنا چیز ہے دیگر! مکتب و مدرسہ  
کی راہ کس نے نہیں دیکھی، مزہ تو جب ہے کہ آدمی گمراہ نہ ہو، کتاب کون نہیں پڑھ  
سکتا لطف تو تب ہے کہ صاحب کتاب سے نسبت جڑی رہے۔ قلم و قرطاس سے  
کون واقف نہیں، بات تو تب بنے کہ جان و دل حرف ناشناس معلم اور قرطاس  
نا آشنا مرقی کے لئے وقف رہیں۔ بابا ذہین شاہ تاجی فرمایا کرتے تھے: ہ

شیخ میخانے میں آنے کو مسلمان آیا

کاش میخانے سے نکلے تو مسلمان نکلے

ہمیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ہاں یہ بات نظر آتی ہے کہ وہ علم کے ساتھ ساتھ

ناموس علم کا پاس رکھنے والے تھے، ریاست نان پارہ کے والی کے ہاں ہونے والی  
خصوصی تقریب پر مدجہ قصیدہ کہنے کے بجائے اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی  
لعل لکھ کر بھیج دیتے ہیں، اور نعمت بھی وہ جس میں تغزل اپنے عروج پر ہے اور تعزین  
بھی نقطہ کمال پر ہے

وہ کمال حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں  
یہی چھول خار سے دوسے یہی شمع ہے کہ دھول نہیں

پھر فرماتے ہیں: ہ

کروں تیرے نام پر جہاں خدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں خدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروں جہاں نہیں

وہ جو عرب کے مایہ ناز شاعر فرزدق نے کہا تھا کہ شامی میں بعض مقامات ایسے  
آجاتے ہیں کہ سجدہ واجب ہو جاتا ہے تو فاضل بریلوی کا یہ شعر اُسی پائے کا ہے جہاں  
ذوق اور وجدان کی پیشانی بے اختیار جھک جاتی ہے، اور اس لعل کا مقطع تو غضب  
کا ہے جس میں اہل زر کی دولت پر طنز اور سیّد اکوئین کی دیوڑھی گری پر غر کا اظہار ہے  
اور ساتھ ہی ساتھ مسند علم و فقر کا وقار ہے ہ

کروں مدح اہلِ قولِ رضا پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گداہوں اپنے کیم کا، میرا دین پارہ ناں نہیں

آج کل "عبقری" اور "نابغہ" کا لفظ بہت سستا ہو گیا ہے اور ہر تسمیرا چھتا  
پڑھا لکھا آدمی خود کو عبقری اور نابغہ کہلوانے پر مہر ہے، اور علامہ ہونا تو ہر ایک کے  
بائیں ہاتھ کا کھیل بن گیا ہے، جس کی بازار میں ذرا سی "بکری" ہو وہ عبقری بن جاتا  
ہے اور جس کو معمولی سی "قوتِ ناطقہ" مل جائے وہ نابغہ ہو جاتا ہے حالانکہ سر  
مُندِ دانے سے کوئی قلندر اور یونان میں پیدا ہونے سے سکندر نہیں بن جاتا۔ آداب



قلندری سے ہر شخص آگاہ نہیں ہو سکتا اور شان سکندری کا ہر فرد حامل نہیں ہوتا، اس لئے جبقری اور نابغہ صدی جہریں دوچار ہی ہوتے ہیں اگر ان کی قطاریں لگنی شروع ہو جائیں تو ہر ڈھیلے کے نیچے سے اوسط اور افلاطون ہی برآمد ہوں گے۔ صورت حال اگر اس طرح ہو تو کسان کھیتوں میں گاجر مٹی لگانے کے بجائے سقراط اور بقراط لگانا شروع کر دیں۔

بلاشبہ فاضل بریلوی جبقری عصر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے جن کی علمی تخلیقات سے استفادہ کرنے کے لئے ہذا خود تخلیقی ذہن درکار ہے، روایتی ذہن تو چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے۔ میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کر لیجئے، متن تو دور کی بات ہے فقط کتابوں کے نام سمجھنے کے لئے المنجد ہی کتب فہرست کی ہر وقت ضرورت لاتی رہتی ہے، مثلاً علم لوگارٹم، علم تکسیر، علم زیجات، علم ارثماطی، علم توفیق اور ٹریگنومیٹری پر ان کی تخلیقات پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جاسکیں۔

فاضل بریلوی کی کوئی چھوٹی یا بڑی تصنیف ایسی نہیں ہے جس کا نام تاریخی نہ ہو، یہ بھی تو تخلیقی ذہن کا کرشمہ ہے۔ حیرت ہے کہ جنہیں اپنی تاریخ پیدائش تک یاد نہیں وہ علوفت کے منہ لگتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا کا لفظ ہم سب نے سنا پڑھا ہے جس کا معنی ہے ”جامع العلوم“، وہ کتاب یا تالیف انسائیکلو پیڈیا کہلاتی ہے جس میں متعدد، متنوع اور متفرق علوم جمع کر دئے گئے ہوں۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ چلتی پھرتی اور سانس لیتی انسائیکلو پیڈیا تو فاضل بریلوی کی شخصیت ہے جنہیں پچیس اقسام علم پر قسام ازل نے دسترس عطا کر دی تھی۔ ہزاروں صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدات ہمارے اس دعوے کا

ناقابل تردید ثبوت ہے۔

اگر کسی انجان آدمی کے سامنے فاضل بریلوی کی جملہ تصانیف رکھ دی جائیں جن سے ایک کوٹھا بھر جاتا ہے تو وہ یقیناً یہی سمجھے گا کہ حکومت کی طرف سے کروڑوں روپے کی گرانٹ پر چلنے والے کسی ادارے نے باقاعدہ بیسیوں اہل قلم کا بورڈ بٹھا رکھا ہے جن کے ذمے شب و روز تحقیق و تصنیف کا کام ہے اور وہ قلم کار غم جاناں اور غم دوراں سے بے نیاز ہو کر لکھنے کا کام کرتے ہیں، ہر طرح کی فراغت اور سہولت نے ان سے اتنی کتابیں نکھوائی ہیں، لیکن اُسی آدمی کو اگر یہ بتا دیا جائے کہ یہ کام کسی ادارے، کسی اکیڈمی، کسی بورڈ اور کسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے نہیں کیا بلکہ کتابوں کا یہ اثبار ایک ہی شخصیت کا تخلیقی شاہکار ہے تو اسے یہ ماننے کو ذہن بنانے کے لئے کئی ہفتے کا عرصہ درکار ہے، تب جا کر وہ سمجھ پائے گا کہ مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا اتنا بھاری جہم کام آدمی کے دماغ کا رس نچوڑ لینا ہے، ہر وقت اُس کی رنگیں پھولی رہتی ہیں، جہین شکن آلود اور احساس کی دنیا گرد آلود ہو جاتی ہے، آدمی کہہ کتابی بن کر رہ جاتا ہے، خشک موضوعات پر لکھتے لکھتے طبیعت پر خشک کالیپ چڑھ جاتا ہے، ذوق و کیف کا عالم اس کے لئے اجنبی بن جاتا ہے، ایسے آدمی کے بارے میں یہ گمان بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اس سے ذرا قریب ہو کر زوراً تو شاید وہ چھل جائے کیونکہ یہ تجربہ ہے کہ کتابی علم چنگے بھیلے اور بانٹکے بھیلے آدمی کو جلا بھٹا اور کھردرا بنا دیتا ہے۔ علم کی ہیبت اور خشونت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ لفظ یہ چارے کا پتے اور حرف ہانپتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن فاضل بریلوی کو مبداء فیاض نے علم و فن اگر

منوں کے حساب سے دیا تو ذوقِ عشقِ محمد اللہ ٹوں کی مقدار میں بخشا، ذوقِ غلامیِ رسول کا اور عشقِ ذاتِ مصطفیٰ کا۔ جب وہ مسندِ افتاء پر بیٹھ کر توبانیِ نظر مفتی، حدیث پر ٹھہرا ہے ہوں تو عظیم محدث، فقہی مسائل پر بات کر رہے ہوں تو فقیہِ اعظم، اور فنِ میراث زیرِ غور ہو تو ماہرِ علمِ المیراث دکھائی دیتے ہیں، اُن کی قیامت پر ہر قبا خوب سجتی ہے، مگر جب وہ کوچہ نبی میں ہوں تو اُن کی شانِ گدائی پر دارا و سکندر کو رشک آنے لگتا ہے، جب وہ وقفِ ذکرِ رسول ہوتے ہیں تو دہقان درود پڑھنے لگتا ہے، جب اُن کے ہاتھ میں نعت کا کشکول ہوتا ہے تو فرشتے جھیک مائگنے کو قطار اندر قطار زمین پر اترتے دکھائی دیتے ہیں، جب اُن کے لبوں پر نامِ مصطفیٰ آتا ہے تو شہد کی بارش ہونے لگتی ہے، جب اُن کا موضوعِ سخن حضور کا چشمہ فیض ہوتا ہے تو ساغرِ دل چھلک چھلک جاتا ہے، جب یادِ حبیب کا چاند اُن کے دل کے آئینہ میں اترتا ہے تو شبِ ہجران چمک چمک جاتی ہے، اور جب وہ اپنی شاعری میں حسنِ سرکار کا مضمون باندھتے ہیں تو غنچہ فنِ چٹک چٹک جاتا ہے۔ ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اس مرتبے کا شعر آپ کو کہاں ملے گا؟

عرش سے مرادہ یلقیس شفاعت لایا

ظاہر شدہ نشانی مرغِ سلیمان عرب

فاضل بریلوی کو علم نے تنگ چڑھا اور زہد نے سر پھرا نہیں بنایا کہ گردن  
اُگڑی رہے اور چہرہ سُکڑا رہے، بلکہ اُن کا لہجہ انکسار کا غماز اور سوز کا ترجمان ہے  
کہتے ہیں، س

ایک میں کیا مرسے عصیاں کی حقیقت کتنی  
مُفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی  
تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال  
مجھ سے سولا کھ کو کافی ہے اشارا تیرا  
اب عمل پُوچھتے ہیں یا سنے نکمّا تیرا  
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

’فناؤی پر کام کرتے کرتے جب اُن کے قلم سے یہ اشعار نکلے ہیں تو وحید کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اُن کی مہم نے دل کے غنجے بھلا دیے ہیں  
اِک دل ہمارا کیا ہے، آزار اُس کا کتنا  
اُن کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو  
اِس نعت کے سامنے تغزل کی اباحت شرماتے لگتی ہے، یہ اشعار ایک بار  
پڑھتے اور عمر بھر سر دھننے۔ فاضل بریلویؒ کی یہ نعت تو لقمہٴ زبور ہے۔ چند شعرا  
ملاحظہ ہوں : سہ

خُن کھاتا ہے جس کے ناک کی قسم  
وہ ملیج دل آرا ہمارا نبیؐ

کیا خبر کہتے تارے کھلے چھپ گئے  
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبیؐ

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل  
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبیؐ

جس کے تلوں کا دھوون ہے آبِ حیات  
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبیؐ

میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آج کے گنہگار  
گنہگار تھا اوچھینا جھپٹ قسم کے دور میں

عشق رسولؐ کی سوغات بانٹنے کی ضرورت ہے، آج امریکہ اور یورپ ہماری اس متاع  
کو ٹوٹنے کی فکر میں ہے، کیوں کہ اُسے معلوم ہے کہ امت مسلمہ جب کبھی ڈوبے گی

اُبھرے گی، جب کبھی ٹوٹ کر جڑے گی، گر کر اُٹھے گی اور مر کر جائے گی تو

عشق رسولؐ کے سہارے ہی اُبھرے گی، ذاتِ نبیؐ پر جڑے گی، نظامِ مصطفیٰؐ

پر اُٹھے گی اور یادِ حبیب سے رہے گی۔

دولت و در اور متاع عشق کوئی معمولی چیز نہیں کہ جس کی حفاظت سے ہم غافل ہو جائیں، اس سے محرومی کا تلخ ذائقہ ہم یورپ سے پوچھیں، جس کے پاس سب کچھ ہے مگر اپنا آپ نہیں بچا، دل رہ گیا مگر وطن کن نام کو نہیں،

آنکھیں سلامت ہیں مگر نور سے خالی، اور وجود باقی ہے مگر گرمی احساس سے  
 محروم۔ آئیے ہم اپنی اس کمٹمنٹ کو حقیقت بنادیں۔  
 اک عشقِ مصطفیٰ ہے اگر ہو سکے نصیب  
 ورنہ دھرا ہی کیا ہے جہانِ خراب میں

---

کتبہ محمد شریف گل